© rasailojaraid.com

قائد شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کا روزنامہ "جنگ" کراچی کو انٹرویو

نظامِ تعلیم

مدارسِ عربیہ

شریعت بنچ

اور

اجتہاد

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب آف اکوڑہ خٹک ملک کے جانے پہچانے اُن ممتاز علماء میں سے ہیں جن کا حلقۂ فیض نہ صرف پورے ملک بلکہ بیرونِ ممالک تک پھیلا ہوا ہے۔ تقسیم سے قبل آپ دارالعلوم دیوبند کے ممتاز اساتذہ میں سے تھے، تقسیم کے بعد آپ نے اپنے شہر اکوڑہ خٹک میں دارالعلوم حقانیہ کے نام سے دینی مدرسہ قائم کیا جو آج پاکستان کا ایک ممتاز تعلیمی ادارہ ہے، مولانا صاحب قیامِ پاکستان سے اب تک اس دارالعلوم میں دورۂ حدیث پڑھاتے رہے اب تک یہاں مولانا سے تین ہزار علماء باقاعدہ سندِ حدیث حاصل کر چکے ہیں آپ ۱۹۷۰ء سے قومی اسمبلی کے رکن چلے آرہے ہیں۔ پچھلے الیکشن میں بھی آپ نے اُس وقت کے صوبائی وزیرِ اعلیٰ نصراللہ خٹک کو بھاری اکثریت سے شکست دی اور جیت گئے۔ مولانا کی ممتاز تعلیمی، سماجی اور سیاسی و قومی خدمات کے اعتراف کے طور پر پچھلے دنوں پشاور یونیورسٹی نے آپ کو ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری دی۔ مولانا کافی عرصہ سے شوگر و امراضِ قلب میں مبتلا ہیں جس کی وجہ سے آنکھوں کی بینائی بھی متاثر ہو گئی ہے۔ اب جب مولانا مدظلہٗ آنکھوں کے علاج کے لیے کراچی تشریف لائے ہیں تو یہاں کے بیشمار علماء، فضلاء، رؤساء اور عقیدتمندوں نے ملاقات کا موقع غنیمت سمجھ لیا ہے۔ میں نے بھی اس موقع پر مناسب سمجھا کہ مولانا مدظلہٗ سے قارئینِ جنگ کے لیے انٹرویو لیا جائے۔ مولانا نے جناح ہسپتال میں میرے دو چار سوالات کا حسب ذیل مختصر جواب دیا۔ ضعف اور نقاہت کی وجہ سے مولانا کے لیے مزید کہنا مشکل تھا اور میں نے بھی اس پر اکتفا کرنا مناسب سمجھا۔

محمد جمیل "جنگ"، کراچی

◎

پہلا سوال موجودہ نظامِ تعلیم کے بارے میں تھا اور یہ کہ عصری تعلیم گاہوں کو اسلامی تعلیمات سے بہرہ ور کرنے کے لیے کیا صورت اختیار کی جائے؟

مولانا نے فرمایا:۔ اسلامی تعلیمات ہر لحاظ سے کامل و مکمل ہیں اور ان میں کوئی نقص اور کمی نہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اب میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل و مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تمام کر دی ہے"۔ اس لیے اسلامی بنیادی تعلیمات کو تو بغیر کانٹ چھانٹ کے لیا جائے۔ اگر قدیم علوم اور اسلامی علوم کے ماہرین اور جدید علوم کے ماہرین یکجا بیٹھ کر ایسا مجموعہ مرتب کر دیں جس کی وجہ سے قدیم و جدید کا بُعد و تنافر کم ہو جائے تو بہتر ہوگا۔ قدیم اور جدید علوم میں بنیادی طور پر کوئی تنافر اور تضاد بھی نہیں۔ جدید علوم انگریزی زبان میں ہیں اور قدیم اکثر عربی زبان میں۔ قدیم علوم میں منطق فلسفہ، ریاضی، جغرافیہ، حساب، صرف و نحو اس میں شامل ہیں، کچھ طب اور علاج کے علوم بھی ہیں۔ ایسے علوم عصری علوم میں کچھ ترقی یافتہ شکل میں موجود ہیں نئی تعلیم گاہوں کو قرآن و سنت، فقہ و اصولِ فقہ اور عربی ادب و گرامر کی طرف بھی توجہ دینی چاہیے۔ اگر کوئی کمیٹی ایسی بن جائے جو جدید و قدیم دونوں علوم کے ماہرین پر مشتمل ہو تو اس وقت دونوں علوم کے خلاصہ کو نکال کر دیکھ لیا جائے تاکہ ان میں تنافر اور تباعد نہیں رہے۔

سوال:۔ دینی مدارس کے نصاب میں بنیادی تبدیلی اور نئے علوم داخلِ نصاب کرنے کے بارہ میں آپ کی کیا رائے کیا ہے؟

> دینی مدارس کی افادیت کی دلیل یہی ہے کہ اب تک یہ مدارس اسلام کی اصل شکل میں حفاظت کرتے چلے آرہے ہیں

جواب:۔ دینی مدارس کا اوّلین اور بنیادی مقصد و مطمحِ نظر اسلام کے بنیادی اصول قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی ہے، باقی علوم عربی ادب، نحو و صرف بھی اس لیے پڑھائے جاتے ہیں کہ وہ علومِ قرآن و سنت کے حصول کا ذریعہ ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر موجودہ جدید علوم کو بھی ان مدارس میں داخل کر دیا گیا تو پھر یہ خطرہ ہے کہ ان مدارس میں اسلامی علوم کی حیثیت ثانوی ہو کر رہ جائے گی جبکہ پہلے سے جدید علوم کا تمام کالجوں اور یونیورسٹیوں پر ملک میں قبضہ ہے۔ یہیں خطرہ ہے کہ ان دینی مدارس میں کہیں فرق نہ آجائے اور یہ خطرہ بھی ہے کہ وہ جدید علوم کے بھی ماہر نہ ہو سکیں گے اور قدیم علوم سے بھی محروم ہو جائیں گے دینی مدارس کی افادیت کی دلیل بھی ہے کہ اب تک یہ مدارس اسلام کی اصل شکل میں حفاظت کرتے چلے آ رہے ہیں اور اب بھی اسلام اپنی صحیح حالت میں انہی مدارس کی بدولت باقی ہے۔

> اگر ان مدارس میں حکومت کا عمل دخل شروع ہو گیا تو یہ مدارس حکومت کی پالیسیوں کے تابع بن کر رہ جائیں گے جو نہایت مہلک ہے

اگر ان میں سرکاری عمل دخل شروع ہوا تو خطرہ ہے کہ ان میں نہ جدید علوم رہیں گے نہ قدیم، اور اس کے فضلاء نہ قدیم علوم کے ماہر ہوں گے نہ جدید کے۔

سوال:- دینی مدارس میں سرکاری اور حکومتی مداخلت کے بارے میں دونوں کی رائے سامنے آ رہی ہے، مولانا آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟

جواب:- میری رائے میں دینی مدارس حکومتوں کی سرپرستی سے آزاد رہنے چاہئیں حکومتیں کرسی بچانے کی فکر میں رہتی ہیں اور بدلتی رہتی ہیں دینی مدارس کے اکثر فضلاء حق کو تختہ دار پر بھی نہیں چھوڑتے۔ اگر ان مدارس میں حکومت کا عمل دخل شروع ہو گیا تو یہ مدارس حکومت کی پالیسیوں کے تابع بن کر رہ جائیں گے جو نہایت مہلک ہے۔ البتہ کسی بھی حکومت کو ملک کے تمام شعبوں اور اداروں کے حساب وکتاب چیک کرنے سے روکا نہیں جا سکتا۔ مدارس دینیہ کا حساب کتاب صاف رہے گا تو انہیں محاسبہ کا کیا ڈر ہوگا۔

سوال:- اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے جو کچھ کیا اور کہا جا رہا ہے اس کے بارے میں آپ مطمئن ہیں؟

جواب:- موجودہ حکومت نے شریعت بنچوں کے قیام کا جو مقصد اٹھایا وہ قابل تحسین ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ ان بنچوں کے رکن ایسے علماء بھی ہونے چاہئیں جو اسلامیات کے ماہر، شریعت کے جزئیات و کلیات پر گہری نظر رکھتے ہوں، جید علماء ہوں، عربی زبان میں پورا عبور رکھتے ہوں۔

سوال:- مولانا! اس کے لیے اجتہاد کیا جائے گا اور کیا صورت ہو گی؟

جواب:- شریعت کے اصول وکلیات محفوظ ہیں، ہزاروں لاکھوں مسائل وجزئیات کی بھی تخریج ہو چکی ہے، فقہ اسلامی کا عظیم الشان ذخیرہ ہمارے پاس محفوظ ہے، جو جزئی مسائل سامنے آتے ہیں ان کا انطباق ان اصولوں کے تحت ہر زمانے کے علماء کیا کرتے ہیں۔ "بنیادی اصولوں کو ملحوظ رکھا جائے، یہ انطباق ہے" تخریج ہے، اجتہاد نہیں، اجتہاد کی اہمیت آجکل کہاں؟ اب تو ہر شخص اپنے آپ کو مجتہد سے کم نہیں گردانتا۔ اگر لوگوں کے دعووں کو دیکھا جائے تو ایک ایک محلہ میں سو سو مجتہد نکل آئیں گے ہر شخص یہ کہے گا کہ مجھے بھی حق ہے کہ اجتہاد کروں۔ تو ملت میں انتشار اور اختلاف ختم کرانے اور مسلمانوں میں اجتماعیت اور جمعیت برقرار رکھنے کی خاطر اجتہاد کو اہلیت کی شرائط کا پابند کرا دیا گیا ہے، البتہ اجمال کے تفصیل وتشریح کی جا سکتی ہے۔ موجودہ حوادث و نوازل کے نظائر فقہ اسلامی میں موجود ہیں۔ ہر مسئلے کا مقیس علیہ (نظیر) موجود ہے یا پھر حکم و مصالح کے لحاظ سے اس سے بہتر دوسرا حکم موجود ہوگا، ایک حکم نہیں چل سکتا تو متبادل صورت اختیار کر لی جائے گی۔

بقیہ ص ۸۷۲ سے۔ نظریہ تعلیم و تدریس

ذہنی لحاظ سے ان باتوں کی تربیت دینی ضروری ہے اور اس طرح کہ ہمیشہ یہ چیزیں مستحضر رہیں۔

(۱) لا و حق اور کلمہ حق کی خاطر شدائد اور محن کے لیے تیاری کہ جتنا مقام اونچا ہے اتنی ہی ابتلاء اور آزمائش بھی ہوگی۔

(۲) مقصد کی عظمت کا احساس کہ حصول تعلیم صرف اور صرف اشاعت دین، احقاق حق، اعلاء کلمۃ اللہ اور مرضیات الٰہی کا حصول ہے۔ آگے سارے اثرات کا مدار اسی پر ہے۔ انما الاعمال بالنیات

(۳) حصول علم کی راہ میں فنائیت، تواضع، مسکنت اور انکساری کہ
العلم عزیز یحصل بذل لا عز فیہ

(۴) سادگی، قناعت، زہد اور توکل کی زندگی۔

(۵) اساتذہ، مدرسہ، رفقاء، منتظمین، علوم وفنون اور کتب سب کے ادب و احترام کا ہمہ وقت لحاظ۔

(۶) جو کچھ سیکھا جائے اس پر پورا اذعان و یقین کہ گویا حاصل ہونے والی چیزیں قلب وروح اور رگ وریشہ میں رچ بس جائیں اور اس پر عملی اثرات مرتب ہونے لگیں، یہ احساس نہ ہو کہ ہمارا کام علم سے ہے عمل عوام کا کام ہے۔

یہ چند پراگندہ باتیں تھیں جو اس وقت ذہن میں آئیں حق تعالیٰ آپ کی مساعی جمیلہ بار آور بنا دے اور پردہ غیب سے اہل علم اور مدارس عربیہ کی اصلاح احوال کے اسباب ظاہر فرما دے۔ آمین

وما ذلک علی اللہ بعزیز

© rasailojaraid.com